

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع جو براہماں نہیت رحم فرمانے والا ہے۔

باب اول

بنیادی عقائد

لطف عقیدہ عقد سے بنا ہے جس کے معنی ہیں باندھنا اور گردانا۔ تو عقیدہ کے معنی ہوئے باندھی ہوئی یا گرہ لگائی ہوئی چیز۔ انسان کے پختہ اور اٹل نظریات کو عقائد کہا جاتا ہے۔ اس کا ہر کام انھی نظریات کا عکس ہوتا ہے۔ یہ عقائد اس کے دل و دماغ پر حکمرانی کرتے ہیں۔ یہی اس کے اعمال کے محرک ہوتے ہیں۔

عقیدے کی مثال ایک تجھ جیسی ہے اور عمل اس تجھ سے اُنگے والا پودا۔ یہ ظاہر ہے کہ پودے میں وہی خصوصیات ہوں گی جو تجھ میں پوشیدہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں نے اپنی تبلیغ کا آغاز عقائد کی اصلاح سے کیا۔ سید و عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلهٖ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ نے بھی جب مکہ مکرمہ میں پیغام رسالت پہنچانا شروع کیا تو سب سے پہلے عقائد کی اصلاح پر زور دیا۔ اسلام کے بنیادی عقائد یہ ہیں۔ توحید رسالت ملائکہ آسمانی کتابوں اور آخرت پر ایمان لانا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلِكُنَ الْبَيِّنَ مِنْ أَمْنٍ بِإِلَهٖ وَالْيُوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلِكَةِ وَالْكِتَبِ وَالنَّبِيِّنَ (سورہ البقرہ: 177)

ترجمہ: اور نیکی تو اس کی ہے جو ایمان لا یا اللہ اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر

توحید

توحید کا مفہوم:

اسلامی عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ توحید کا ہے۔ توحید کے لغوی معنی ہیں ایک ماننا۔ یکتا جاننا۔ دین کی اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ سب سے برتر و اعلیٰ اور ساری کائنات کی خالق و ما لک ہستی کے واحد و یکتا ہونے پر ایمان لانا اور صرف اسی کو عبادت کے لائق سمجھنا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلهٖ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ تک جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے سب نے لوگوں کو توحید کی تبلیغ کی اور انھیں بتایا کہ کائنات کی تمام اشیاء اللہ ہی کی مخلوق ہیں اور سبھی اس کے عاجز بندے ہیں۔ اس لیے صرف اللہ ہی کی عبادت کرنی چاہیے اور اسی کے احکام کو مانتا چاہیے۔

وجود باری تعالیٰ:

جب بھی ہم کسی بھی چیز کو دیکھتے ہیں تو ہمارا ذہن اس کو بنانے والے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ مکان کو دیکھیں تو معمار کا تصور

آ جاتا ہے۔ گھری کو دیکھیں تو گھری ساز کا تصور آ جاتا ہے۔ کیونکہ ہم یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ کوئی مکان معمار کے بغیر یا کوئی گھری، گھری ساز کے بغیر بن سکتی ہے۔ اسی طرح جب کائنات پر غور کیا جائے تو ضرور اس کے بنانے والے کا خیال بھی آئے گا۔ کیونکہ کوئی صحیح ذہن اس بات کا تصور نہیں کر سکتا کہ اتنا بڑا منظم و مر بوط جہان کسی بنانے والے کے بغیر خود بن گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

أَفِي اللَّهِ شَكٌ فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (سورة البر: 10)

ترجمہ: کیا اللہ کے بارے میں شک ہے؟ جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا فرمانے والا ہے۔

کائنات پر جب گہری نظر ڈالی جائے تو اس میں ایک نظم و ضبط ظراطے گا۔ کہیں بھی بے ترتیب نہیں ملے گی۔

الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طَبَاقًا مَاتَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَلْوُتٍ فَإِنْ رَجِعَ الْبَصَرُ هُلْ تَرَى مِنْ فُطُوٰرٍ
ثُمَّ إِنْ رَجِعَ الْبَصَرُ كَرَّتِينَ يَتَقْلِبُ إِلَيْكَ الْبَصَرُ حَاسِدًا وَهُوَ حَسِيرٌ (سورة الملك: 3,4)

ترجمہ: وہ جس نے سات آسمان اور پہنچے بنائے تم حُرُمَ کی تخلیق میں کوئی فرق نہیں دیکھو گے تو تم نگاہ ڈالو (اور دیکھو) کیا تمھیں کوئی شگاف نظر آتا ہے؟ پھر تم دوبارہ نگاہ ڈالو گا تھک ہار کر تمہاری طرف ناکام پلٹ آئے گی۔

سورج اپنے مدار میں گردش کر رہا ہے۔ اور چاند اپنے مدار میں۔ سورج چاند کے مدار میں نہیں جاتا اور چاند سورج کی طرف نہیں بڑھتا۔ اسی طرح ایک خاص وقت تک رات ہتی ہے۔ اور ایک خاص وقت تک دن۔

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تَدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا إِلَيْهِ سَاقِيُّ النَّهَارِ طَ وَ كُلُّ فِي فَلَكٍ يَسِبَّحُونَ (سورة العنكبوت: 40)

ترجمہ: نہ سورج سے ہو سکتا ہے کہ وہ چاند کو پکڑ لے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور سب (اپنے اپنے) دائرے میں تیر رہے ہیں۔ کائنات کی ہر چیز میں ایک مقرر اندازہ اور خاص نظم و ضبط پایا جاتا ہے۔

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (سورة العنكبوت: 49)

ترجمہ: بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک مقررہ اندازہ کے مطابق پیدا فرمایا ہے۔

کائنات کا نظم و ضبط اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ایسی اعلیٰ و برتر ذات موجود ہے جس نے کائنات میں یہ خوب صورت نظام پیدا فرمایا ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاحْتِلَافُ الْأَيْلِ وَالنَّهَارِ لَا يَتَّلَاقُ لَا وَلِي الْأَلْبَابُ (سورة آل عمران: 190)

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق میں اور رات اور دن کے آنے جانے میں یقیناً عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

دن، رات، چاند، سورج اور زمین و آسمان کا نظم و ضبط سب اللہ تعالیٰ کی حکمت و کارگیری کی نشانی ہے۔

صُنْعَ اللَّهِ الْأَنِي مَنْ أَتَقْنَنَ كُلَّ شَيْءٍ طَ (سورة العنكبوت: 88)

ترجمہ: (یہ) اس اللہ کی کارگیری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:-

أَمْ حَلَقُوا إِنْ مَغِيرٌ شَيْءٌ أَمْ هُمُ الْخَلْقُونَ طَ أَمْ حَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ طَ بَلْ لَا يُوْقُونَ طَ (سورة الطور: 35,36)

کیا وہ کسی (خالق) کے بغیر ہی پیدا کیے گئے ہیں یا وہ خود ہی (اپنے) خالق ہیں۔ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمینوں کو

پیدا کیا ہے (ہر گز نہیں) بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) وہ یقین نہیں رکھتے۔

جس طرح زمین و آسمان اور ساری کائنات وجود باری تعالیٰ کی گواہی دیتے ہیں اسی طرح انسان کی فطرت کی آواز بھی یہی ہے۔ انسانی تاریخ کے مطالعہ سے مہذب سے مہذب سے مہذب اور حشی سے حشی ہر طرح کی قوموں میں قادر مطلق کی ذات کا اعتراض ملتا ہے۔ آثار قدیمہ کی تحقیقات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ دنیا کے مختلف گوشوں میں بنے والی وحشی اقوام جن کی فکری و ذہنی سطح بہت پست تھی وہ بھی کسی نہ کسی شکل میں اللہ کے وجود کی قائل تھیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وجود باری تعالیٰ پر ایمان، انسان کی فطرت میں داخل ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

فَطَرَ اللَّهُ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (سورۃ الرُّوم: 30)

ترجمہ: (یہی) اللہ کی وہ فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

وَ فِي الْأَرْضِ أَيْتُ لِمُؤْمِنِينَ لَا وَ فِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (سورۃ الذاریت: 21, 20)

ترجمہ: اور یقین رکھنے والوں کے لیے زمین میں نشانیاں ہیں۔ اور تمہاری ذات میں بھی (نشانیاں ہیں) تو کیا تم دیکھتے نہیں؟ کائنات کو بنانے والی یا اعلیٰ و برتر ہستی صرف ایک ہی ہے۔ انسان کی صحیح سوچ اسے اسی نتیجہ پر پہنچاتی ہے۔ کیونکہ اگر ایک سے زیادہ رب ہوتے تو ان کے باہمی تصادم کی وجہ سے کائنات کا یہ نظام ایک لمحہ کے لیے بھی قائم نہ رہ سکتا۔

لیکن کائنات تو اپنی مریوط و منظم شکل میں موجود ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ معبود برحق صرف ایک ہی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (سورۃ الانبیاء: 22)

ترجمہ: اگر ان (آسمان اور زمین) میں اللہ کے سوا اور (بھی) معبود ہوتے تو یقیناً دونوں درہم برہم ہو جاتے۔

ذات و صفات باری تعالیٰ

عقیدہ توحید کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات میں بھی اور صفات میں بھی اور صفات کے تقاضوں میں بھی کیتا تسلیم کیا جائے۔ ذات کی کیتاں کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور حقیقت میں کوئی دوسرا فرد حصہ دار نہیں۔ لہذا اس کی کوئی برابری کر سکتا ہے اور نہ اس کا کوئی باپ یا اولاد ہے کیونکہ باپ اور اولاد کی حقیقت ایک ہی ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی حقیقت میں کوئی شریک نہیں تو نہ اللہ تعالیٰ کسی کا بیٹا، بیٹی ہے اور نہ اس کا کوئی بیٹا، بیٹی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (۱) **اللَّهُ الصَّمَدُ** (۲) **لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُواً أَحَدٌ** (۳) (سورۃ الْآلٰ: ۱-۴)

ترجمہ: (اے نبی خاتم النبیین ﷺ!) آپ فرمادیجیے وہ اللہ ایک (ہی) ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے۔ اور نہ کوئی اُس کے برابر ہے۔

صفات باری تعالیٰ کی کیتاں کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی صفات کا مالمک ہے جو کسی اور فرد میں موجود نہیں۔ وہ اپنے علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر غرض ہر صفت میں کیتا اور بے شک ہے۔

صفات کے تقاضوں میں کیتاں کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو پیدا کیا، وہی سب کا مالمک اور رازق ہے۔ سب اسی کے محتاج ہیں۔ وہی سب کو دینے والا ہے۔ لہذا تمام مخلوق پر لازم ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک اور قدری علم پروردگار کی عبادت و بندگی بجا

لا سیں۔ اور کسی دوسرے کو اس کا شریک نہ بنائیں اور اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں۔

شُرُكٌ

عقیدہ توحید انسان کا سب سے پہلا عقیدہ ہے۔ شُرُکٌ اور اس کی تمام اقسام بعد کی پیداوار ہیں۔ دنیا کا پہلا انسان عقیدہ توحید ہی کا قائل تھا۔ پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام تھے جو اللہ تعالیٰ کے پہلے نبی تھے۔ آپ نے اپنی اولاد کو بھی اسی عقیدہ کی تعلیم دی گر جیسے جیسے انسانی آبادی میں اضافہ ہوتا گیا اور لوگ ادھر ادھر بکھر نے لگے تو آہستہ آہستہ لوگوں نے سچی تعلیمات کو بھلا دیا اور گمراہی کا شکار ہو کر ایک اللہ بزرگ و برتر کی بجائے کئی خدامانے لگے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ انھیں بھی معبد بنالیا۔ ان لوگوں نے جس چیز کو بیت ناک دیکھا اس سے ایسے خوفزدہ ہوئے کہ اسے دیوتا سمجھ لیا اور اس کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ اس طرح انہوں نے آگ کا دیوتا، سمندر کا دیوتا اور آندھیوں وغیرہ کے دیوتا گھٹ لیے۔ دوسری طرف جن چیزوں کو بہت نفع بخش پایا ان کی بھی پوجا شروع کر دی۔ گائے وغیرہ کی پوجا اسی وجہ سے شروع ہوئی۔ ان لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے کئی پیغمبر بھیجے۔ جنہوں نے ان کو توحید کا بھولا ہوا سبق یاددا لیا اور شُرُکٌ کی مذمت کی۔ قرآن مجید میں شُرُکٌ کو بہت بڑا ظلم کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ الشَّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (سورۃلقمان: 13) ترجمہ: یقیناً شُرُکٌ بہت بڑا ظلم ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَعْفُرُ أَنْ يُشَرِّكَ بِهِ وَيَعْفُرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (سورۃالانعام: 48)

ترجمہ: بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شُرُکٌ کیا جائے اور جو (گناہ) اس کے علاوہ ہے جس کے لیے چاہے گا معاف فرمادے گا۔

شُرُکٌ کے لغوی معنی "حصہ داری" اور "سامنے پن" کے ہیں۔ دین کی اصطلاح میں شُرُکٌ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، یا صفات، یا صفات کے تقاضوں میں کسی اور کو اس کا حصہ دار اور سامنے پھرانا۔ اس طرح شُرُکٌ کی تین اقسام ہیں:

1- ذات میں شُرُکٌ

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت میں کسی دوسرے کو حصہ دار سمجھنا۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی دوسرے میں یہی حقیقت مان کر اسے اللہ تعالیٰ کا ہمسر اور برابر سمجھنا اور دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی اولاد سمجھنا یا کسی کو اللہ تعالیٰ کی اولاد سمجھنا۔ کیونکہ والد اور اولاد کی حقیقت ایک ہی ہوتی ہے۔ لہذا جس طرح دو خداوں یا تین خداوں کو ماننا شُرُکٌ ہے اسی طرح کسی کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا بیٹی سمجھنا بھی شُرُکٌ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُواً أَحَدٌ (سورۃالاخلاص: 3,4)

ترجمہ: نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے۔ اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔

2- صفات میں شُرُکٌ

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسی صفات کسی دوسرے میں ماننا اور اس جیسا علم تدریت یا ارادہ کسی دوسرے کے لیے ثابت کرنا، کسی

دوسرے کو ازالی وابدی سمجھنا یا کسی دوسرے کو قادرِ مطلق تصور کرنا، یہ سب شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
لَيْسَ كَمُشْكِنَهُ شَيْءٌ جَّ (سورۃ الشوریٰ: 11) ترجمہ: اس (اللہ) جیسی کوئی شے نہیں۔

کیونکہ ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔ جس میں جو صفت بھی پائی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی ہیں کسی کی عطا کردہ نہیں۔

3- صفات کے تقاضوں میں شرک

اللہ تعالیٰ اعظم صفات کا مالک ہے۔ ان صفات کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اسی کے سامنے پیشانیاں جھکائی جائیں۔ حقیقی اطاعت و محبت کا صرف اسی کو حق دار سمجھا جائے اور یہ ایمان رکھا جائے کہ وہی کار ساز ہے۔ اقتدارِ عالیٰ صرف اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اسی کے قوانین پر عمل کرنا ضروری ہے اور اس کے قوانین کے مقابلے میں کسی کا قانون کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

أَلَا لَتَعْبُدُ وَإِلَّا إِيَّاهُ (سورۃ بنی اسرائیل: 23)

ترجمہ: کرم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

وَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورۃ البقرۃ: 163)

ترجمہ: اور تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكُفَّارُ ④ (سورۃ المائدۃ: 44)

ترجمہ: اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ کافر ہیں۔

إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ ⑤ (سورۃ یوسف: 40)

ترجمہ: حکم کا اختیار صرف اللہ کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ہی منعِ حقیقی سمجھا جائے اور خلوصِ دل سے اس کا شکر بجالا یا جائے۔ یہ شکر صرف یہی نہیں کہ زبان سے ”یا اللہ تیرا شکر ہے“ کہہ دیا جائے بلکہ اس کی حقیقی صورت یہ ہے کہ اپنی عبادت و بندگی کا رخ صرف اللہ کی ذات کی طرف پھیر دیا جائے اور غیر اللہ کی عبادت و بندگی کا اپنی عملی زندگی میں کوئی ثابتہ تک نہ رہنے دیا جائے۔

ہمیں اس بات کا خوب خیال رکھنا چاہیے کہ شرک صرف یہی نہیں کہ پتھر یا لکڑی کے بہت بنا کر ان کی پوچا کی جائے بلکہ یہ بھی شرک ہے کہ ہر چھوٹی بڑی حاجت کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے لوگائی جائے۔ ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ ہی کو قادرِ مطلق اور مسبب الاباب سمجھ کر اسی کے فضل و کرم سے اپنی مجبور یوں کامل تلاش کرنا چاہیے۔ بے شمار مسلمان ایسے ملتے ہیں جو زبانی طور پر تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں، لیکن عملًا اپنی اولاد روزگار، صحت اور دیگر مسائل کو انسانوں کے سامنے اُسی عاجزی اور امید سے پیش کرتے ہیں جس کا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ حق دار ہے۔

انسان کی اس کمزوری کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:

وَاتَّحَدُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَلِهَةً لَعَلَّهُمْ يَصْرُونَ ﴿٧﴾ لَا يَسْتَطِعُونَ نَصْرَهُمْ وَلَهُمْ جَدَّ مَحْصُورُونَ ﴿٨﴾ (سورہ پیس: 74,75)

ترجمہ: اور انہوں نے اللہ کے سوا (دوسرے) معبود بنالیے ہیں شاید کہ ان کی مدد کی جائے۔ وہ ان کی مدد نہیں کر سکتے اور یہ ان (معبودوں) کے ایسے لشکر ہیں جو خوبی (اللہ کے سامنے) حاضر کیے جائیں گے۔

دوسری جگہ فرمایا:

أَمْنٌ هَذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ﴿٢١﴾ (سورہ الملک: 21)

ترجمہ: بھلا ایسا کون ہے جو تمھیں رزق دے اگر وہ (اللہ) اپنا رزق روک لے۔

انسانی زندگی پر عقیدہ توحید کے اثرات:

عقیدہ توحید سے انسان کے فکر و عمل اور شخصیت میں نمایاں اور انقلابی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

1- عزتِ نفس:

عقیدہ توحید انسان کو عزتِ نفس عطا کرتا ہے۔ انسان جب یہ یقین کر لیتا ہے کہ اس کا خالق و مالک اللہ ہے۔ وہی طاقت کا سرچشمہ ہے اور وہی قادرِ مطلق ہے تو اس عقیدہ کی روشنی میں انسان صرف اللہ ہی کے سامنے جھکتا ہے اور اُسی سے ڈرتا ہے۔ اب اس کی پیشانی انسانوں یا پتھر کی بے جان مورتیوں کے سامنے جھکنے کی ذلت سے محفوظ ہو جاتی ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

2- ائکسار:

عقیدہ توحید سے توضیح و ائکسار پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ توحید کا پرستار جانتا ہے کہ وہ اللہ کے سامنے بے بس ہے، اس کے پاس جو کچھ ہے سب اس کا دیا ہوا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ دینے پر قادر ہے وہ جھین لینے پر بھی قادر ہے۔ لہذا بندے کے لیے تکبر و غور کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسے توضیح و ائکسار ہی زیب دیتا ہے۔

3- وسعتِ نظر:

عقیدہ توحید کا قائل تنگ نظر نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس حمل و حیم پر ایمان رکھتا ہے جو کائنات کی ہر چیز کا غالق اور سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اس کی رحمتوں سے سب فیض یا ب ہوتے ہیں۔ اس عقیدے کے نتیجہ میں مومن کی ہمدردی، محبت اور خدمت عالمگیر ہو جاتی ہے۔ اور وہ ساری خلائق خدا کی بہتری اور بھلائی کو اپنا نسب اعتمان بنالیتا ہے۔

4- استقامت و بہادری:

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے استقامت اور بہادری پیدا ہوتی ہے۔ مومن جانتا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اس کی محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کو سب پر قدرت حاصل ہے۔ لہذا اُسی کے سامنے جھکنا چاہیے اور اُسی سے ڈرنا چاہیے۔ اس عقیدے کے ذریعے مومن

کے دل سے دوسروں کا خوف نکل جاتا ہے اور وہ استقامت و بہادری کی تصویر بن جاتا ہے۔ اور کسی بڑے سے بڑے فرعون کا خوف اپنے دل میں نہیں لاتا۔ خواہ بدر واحد کے غزوہات ہوں یا حین و خندق کے، وہ ہر جگہ **لَاخُوفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ** (ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ سورۃ یونس: 62) کا پیکر بن جاتا ہے۔

5- رجایت اور اطمینان قلب:

عقیدہ توحید کا ماننے والا مایوس اور نامیدنہیں ہوتا۔ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت پر آس لگائے رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی شرگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہ بڑا رحیم و کریم ہے۔ وہ تمام خزانوں کا مالک ہے اور اس کا فضل و کرم بے حد و حساب ہے۔ انسان جس قدر دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتا ہے اس کے دل کو اتنا ہی اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

6- پرہیزگاری:

عقیدہ توحید سے انسان کے دل میں پرہیزگاری پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر مومن کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام ظاہر اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ اگر بندہ پوشیدگی میں کوئی جرم کرنے تو ممکن ہے لوگوں کی نگاہوں سے چھپ جائے مگر اپنے اللہ کی نظر سے نہیں چھپ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ تولوں کے ارادوں کو بھی جانتا ہے۔ یہ ایمان انسان میں یہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ وہ ”خلوت و جلوت“ میں کہیں بھی گناہ کا ارتکاب نہ کرے اور ہمیشہ نیک اعمال بجالائے، کیونکہ معاشرہ اسی وقت صحیح معنوں میں انسانی معاشرہ بن سکتا ہے جب لوگوں کے اعمال درست ہوں۔ توحید پر ایمان، عمل صالح کی بنیاد فراہم کرتا ہے کیونکہ انسان کے تمام اعمال اس کے دل کے تابع ہوتے ہیں۔ اگر دل میں ایمان کی روشنی موجود ہو تو عمل صالح ہوگا۔

نجات و فلاح کے لیے ایمان اور عمل صالح دونوں کا ہونا ضروری ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں جا بجا ارشاد ہوا۔ **الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصِّلَاةِ** (جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے) جس طرح کوئی درخت اپنے پہل سے پچانا جاتا ہے اسی طرح ایمان کی پچان عمل صالح سے ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتا ہے مگر اس کے اعمال اچھے نہیں تو یہی سمجھا جائے گا کہ ایمان نے اس کے دل کی گہرائیوں میں پوری طرح جگہ نہیں بنائی۔ غرضیکہ عقیدہ توحید اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ نیک اعمال بجا لائے جائیں اور بڑے اعمال سے بچا جائے۔

رسالت

رسالت کا مفہوم

اسلام کے سلسلہ عقائد میں توحید کے بعد رسالت کا درجہ ہے۔ رسالت کے لغوی معنی ”پیغام پہنچانا“ ہیں اور پیغام پہنچانے والے کو رسول کہا جاتا ہے۔ اسلامی اصطلاح میں رسول اس ہستی کو کہا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کی تبلیغ کے لیے اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہو۔ رسول کو نبی بھی کہا جاتا ہے۔ نبی کے معنی ہیں ”خبر دینے والا“ چونکہ رسول لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ارشادات سے آگاہ کرتا ہے اس لیے اسے نبی بھی کہا جاتا ہے۔ انبیاء اور رسول اپنے معاشرہ کے بے حد نیک اور پارسا انسان ہوتے ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے اپنے احکام نازل فرماتا ہے۔ وحی کے لغوی معنی دل میں چپکے سے کوئی بات ڈالنا اور اشارہ کرنے کے ہیں۔ اور اسلامی اصطلاح میں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام ہے جو اس نے اپنے کسی رسول کی طرف فرشتے کے ذریعے نازل کیا، یا براہ راست اس کے دل میں ڈال دیا، یا کسی

پر دے کے پیچھے سے اسے سنوادیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ لِيَشِيرُ أَنْ يُحَكِّلَهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَآءِ رَسُولًا فَيُؤْرِجِي بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ط

ترجمہ: اور کسی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ یا پر دے کے پیچھے سے یاد کوئی فرشتہ بھیجے تو وہ اس کے حکم سے جو وہ (اللہ) چاہے وہی کرے۔ (سورۃ اشوری: 51)

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی مختلف اقوام کی طرف رسول بھیجے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا (سورۃ النحل: 36) ترجمہ: یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا۔

بعض روایات میں انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بیان کی گئی ہے۔ مگر قرآن مجید میں نام لے کر صرف چند انبیاء کا ذکر کیا گیا ہے۔

تمام کے نام نہیں بیان کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ مِنْ قَصْصًا عَلَيْكُمْ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكُمْ ط (سورۃ المؤمن: 78)

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے آپ سے پہلے کئی رسول بھیجے ان میں کچھ تو ایسے ہیں جن کے حالات آپ سے بیان کردیے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات بیان نہیں کیے۔

سلسلہ انبیاء کے آخری فرد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا خاتم النبیوں صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہیں اور اب قیامت تک کے انسانوں کو آپ ﷺ کی پیروی کرنی ہے۔ تا ہم ہر مسلمان پر لازم کیا گیا ہے کہ وہ تمام انبیاء کی نبوت پر ایمان لائے۔ اس سلسلے میں تفریق کی اجازت نہیں۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ مُسْلِمٍ (سورۃ البقرۃ: 285)

ترجمہ: (اُن سب نے کہا) ہم اللہ کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان (ایمان لانے) میں تفریق نہیں کرتے۔

یہ ضروری ہے کہ سب انبیاء کو سچا اور پاک باز مانا جائے اور سب کا ادب و احترام کیا جائے۔ اسلام میں اس بات کی ہرگز اجازت نہیں کہ بعض رسولوں پر ایمان لایا جائے اور بعض کا انکار کیا جائے۔ ایسا کرنا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِإِلَهِهِ وَرَسُولِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفْرِقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِعِظِيزِ
وَنَكْفُرُ بِعِظِيزٍ لَا يُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا ۝ أَوْ لِكَ هُمُ الْكُفَّارُ وَنَحْنَا حَقًا ۝ (سورۃ النساء: 150, 151)

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اُس کے رسولوں کے درمیان فرق کریں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم بعض (رسولوں) پر ایمان لائیں گے اور بعض کا انکار کریں گے اور چاہتے ہیں کہ اس طرح (ایمان و کفر) کے درمیان کوئی راہ نکال لیں۔ یہی لوگ پکے کافر ہیں۔

انبیاء و رسول کی ضرورت:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی پدایت کے لیے انسانوں ہی میں سے رسول بھیجے کیونکہ انسان کی رہنمائی کے لیے انسان ہی رسول ہو سکتا ہے۔ پیغام ﷺ کو بنی خاتمۃ النبیوں صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر نازل کرنے کی حکمت درج ذیل آیت میں ملاحظہ ہو:

وَأَنْرُنَا إِلَيْكَ الِّذِي كُرِّتَبَيْنَ لِلنَّاسِ مَأْتِيَ لِإِلَيْهِمْ (سورہ الحج: 44)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن) نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کے لیے واضح کر دیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

حضور ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوْخُودا پَنِي زندگی میں قرآنی اصولوں پر مبنی ایک عملی مظاہرہ کرنا تھا۔ صرف یہی نہیں کہ آکر پیغام سنادیتے۔ بلکہ اس پیغام کے مطابق انسانی زندگی کی اصلاح بھی آپ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ذمہ داری تھی۔ پیغام الٰہی فرشتوں کے ذریعے ہی بھیجا جاسکتا تھا۔ مگر محض پیغام سمجھنے سے وہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس عظیم مقصد کی تکمیل و تعمیل کے لیے لازمی تھا کہ اس پیغام کو بنی نوع انسان ہی کا ایک فرد لے کر آئے جو کہ انسان کامل ہونے کے باوجود بہر حال انسان اور بشر ہو۔ اس کو مشکلات اور مجروریوں کا اسی طرح سامنا کرنا پڑتا ہو جس طرح اس کی امت کے کسی فرد کو اور جو ساری دنیا کے سامنے ایک ایسی سوسائٹی کو بطور مثال رکھدے جس کا اجتماعی نظام اسی پیغام الٰہی کے منشائی کی شرح ہو۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصیات

انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

1۔ بشریت:

الله تعالیٰ نے انسانوں کی رہبری کے لیے ہمیشہ کسی انسان کو بنی پیغمبر بنانا کر بھیجا۔ کسی جن یا فرشتے کو نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا أَمْرَ سَلَّنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحَى إِلَيْهِمْ (سورہ یوسف: 109)

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے بھی تردوں ہی (کو رسول بنانا کر) بھیجا تھا جن کی طرف ہم وہی فرماتے تھے۔

انبیاء اگرچہ انسان ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے اوصاف سے نوازا ہوتا ہے جو دوسروں میں نہیں ہوتے۔ بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی تھی کہ انسان نبی نہیں ہو سکتا۔ نبی تو کوئی فرشتہ ہونا چاہیے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلِكَةٌ يَّمْشُونَ مُطْبِعِينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلِكًا شَرُّ سُولًا (سورہ بنی اسرائیل: 95)

ترجمہ: آپ (خَاتَمُ الْبَيْنَاتِ ﷺ) فرمادیجے کہ اگر زمین میں (انسانوں کے بجائے) فرشتے ہوتے جو اطمینان سے چلتے پھرتے تو ضرور ہم ان پر آسمانوں سے فرشتہ رسول (بنانا کر) بھیجتے۔

2۔ امانت دار اور وہبیت:

ہر نبی امانت دار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام بندوں تک من و عن پہنچا دیتا ہے۔ رسالت ایک ایسی نعمت ہے جو محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ کوئی شخص اپنی محنت و کاؤش سے اسے حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جو محض عبادت و ریاضت سے حاصل ہو جائے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جسے چاہے عطا کر دے۔

ذَلِكَ فَصْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ط (سورہ الجمعۃ: 4) ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے وہ اسے عطا فرماتا ہے جسے چاہتا ہے۔

تاہم یہ منصب جن لوگوں کو عطا کیا گیا وہ تمام نیکی، تقویٰ، ذہانت اور عزم و بہت جیسی بلند صفات کے مالک تھے۔

3۔ تبلیغ احکام الٰہی:

پیغمبر جو احکام و تعلیمات لوگوں کے سامنے بیان فرماتا ہے وہ تمام اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ پیغمبر اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ وہ تو

الله تعالیٰ کا ترجمان ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهُوَى ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿3﴾ (سورۃ النجم: 4)

ترجمہ: اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے۔ ان کا فرمان تو صرف وحی ہے جو (ان کی طرف) کی جاتی ہے۔

4۔ مخصوصیت:

الله تعالیٰ کے تمام پیغمبر مخصوص اور گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ ان کے اقوال اور اعمال شیطان کے عمل دخل سے محفوظ ہوتے ہیں۔ نبی کا کردار بے داغ ہوتا ہے۔ وہ ایسا انسانِ کامل ہوتا ہے۔ جو بے حد روحاںی طاقت کا مالک ہوتا ہے۔ نبی کا کوئی کام نفسانی خواہشات کے تابع نہیں ہوتا۔

5۔ واجب الاطاعت:

انبیاء کرام علیہم السلام کی اطاعت و پیروی ضروری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا أَمْرَسْلَنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيَطَّاعَ يَارَذِنَ اللَّهُ ﴿64﴾ (سورۃ النساء: 64)

ترجمہ: اور ہم نے ہر رسول کو صرف اس لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت کی جائے۔

نبی اللہ کا راستہ دکھاتا ہے۔ اس لیے اس کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہوتی ہے۔ اس طرح پیغمبر کتاب اللہ کا شارح ہوتا ہے۔ امت کا معلم اور مربی ہوتا ہے۔ امت کے لیے نمونہ تقليد ہوتا ہے۔ قانونِ الہی کا شارح ہوتا ہے، قاضی اور حکم ہوتا ہے۔

رَسَالَتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُولُو اَسْكُنْدَرِيَّةٍ

حضرت آدم علیہ السلام سے نبوت کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ خاتم المرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تقدیر صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر اپنی تکمیل کو پہنچ گیا۔ اور ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء کرام کو جو کمالات علیحدہ عطا فرمائے تھے، نبی آخر زمان ﷺ کی تقدیر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں وہ تمام شامل کر دیئے۔ رسالتِ محمدی ﷺ کی تقدیر صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی نمایاں خصوصیات رکھتی ہے۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

1۔ عمومیت:

رسول اکرم ﷺ کی نبوت کی قیمت تک کے تمام انسانوں کے لیے ہوتی تھی مگر آپ ﷺ کی نبوت قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا الْأَنْبَيْثُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (سورۃ الاعراف: 158)

ترجمہ: آپ (خاتم النبیین ﷺ) فرمادیکیے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

2۔ پہلی شریعتوں کا شک:

حضور ﷺ کی شریعت نے آپ ﷺ کی شریعت سے پہلے آنے والے انبیاء کی شریعت کی منسوخ کر دیا۔ اب صرف شریعتِ محمدی ﷺ سے پہلے آنے والے انبیاء کی شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ اب صرف شریعتِ محمدی ﷺ کی تقدیر صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ إِلْسَلَامَ دِينًا فَلَنْ يُعْكِلَ مِنْهُ ﴿85﴾ (سورۃ آل عمران: 85)

ترجمہ: اور جو اسلام کے سو کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اُس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

3۔ کاملیت:

حضور ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آتِيهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کو وہ دین کا مل عطا فرمایا گیا جو تمام انسانیت کے لیے کافی ہے۔ اس لیے کسی دوسرے دین کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

الْيَوْمَ أَكْبَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتَتْمَتْ عَيْنِكُمْ بَعْتَدِيٍّ وَرَاضِيَتْ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا (سورۃ المائدۃ: 3)

ترجمہ: آج کے دن میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام ابطور دین پسند کر لیا۔

4۔ حفاظت کتاب:

پہلے انبیاء پر نازل ہونے والی کتابیں یا تو بالکل ناپید ہو چکی ہیں یا اپنی اصلی حالت میں باقی نہیں رہیں۔ کیونکہ ان میں بڑے پیمانے پر رد و بدل ہو چکا ہے۔ جس سے ان کتابوں میں صحیح اور غلط تعلیمات اس قدر گذشت ہو گئی ہیں کہ صحیح کو غلط سے جدا کرنا بے حد مشکل ہو گیا ہے۔ مگر خاتم الرسل صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آتِيهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کی آیات چودہ سو سال گزرنے کے باوجود بالکل اسی صورت میں موجود ہیں جس طرح نازل ہوئی تھیں۔ اس کے ایک حرف میں بھی تبدیلی نہیں ہوئی۔ قرآن مجید نہ صرف یہ کہ تحریری طور پر محفوظ ہے بلکہ لاکھوں انسانوں کے سینوں میں بھی موجود ہے۔

5۔ سنتِ نبوی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آتِيهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کی حفاظت:

الله تعالیٰ کی طرف سے رسول اکرم ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آتِيهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کی سنت کی حفاظت کا بھی عظیم انتظام کیا گیا ہے۔ ہر دور میں محدثین کرام کی ایسی جماعت موجود ہی جس نے سنتِ نبوی کی حفاظت کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ چونکہ سنت، قرآن مجید کی شرح ہے جو قیامت تک کے انسانوں کے لیے سرچشمہ ہدایت ہے۔ اس لیے اللہ نے جس طرح قرآن مجید کی حفاظت کا انتظام کیا۔ ساتھ ساتھ سنتِ نبوی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آتِيهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کی حفاظت کا انتظام بھی فرمادیا۔

6۔ جامعیت:

پہلے انبیاء کی رسالت کسی خاص قوم اور دور کے لیے ہوتی تھی۔ اس لیے ان کی تعلیمات کا تعلق اسی قوم اور دور سے ہوتا تھا۔ مگر رسول اکرم ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آتِيهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ چونکہ تمام انسانیت اور تمام زمانوں کے لیے رسول بن کرائے اس لیے آپ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آتِيهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کی تعلیمات میں اس قدر جامعیت ہے کہ قیامت تک کے انسان خواہ کسی بھی قوم یا دور سے تعلق رکھتے ہوں ان تعلیمات سے رہبری حاصل کر سکتے ہیں۔

7۔ ہمہ گیری:

رسول اکرم ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آتِيهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ نے جو تعلیمات پیش فرمائیں ان کی حیثیت مغض نظری نہیں۔ بلکہ خود ان پر عمل کر کے انہیں عملی زندگی میں نافذ کر کے دکھایا۔ جب آپ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آتِيهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کی حیات طیبہ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عائلی زندگی ہو یا سیاسی، چھوٹ سے برناو ہو یا بڑوں سے معاملہ، من کا دور ہو یا جنگ کا زمانہ عبادت کی رسیمیں ہوں یا معاملات کی باتیں، قربات کے تعلقات ہوں یا ہمسایگی کے روابط، زندگی کے ہر پہلو میں سیرتِ محمدی انسانوں کے لیے بہترین نمونہ عمل ہے۔

الله تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الحزاد: 21)

ترجمہ: یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول (خاتم النبیین ﷺ) کی ذات مبارکہ) میں بہترین نمونہ ہے۔

8۔ ختمِ نبوت:

ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے نبوت کا جو سلسلہ شروع ہوا اور یکے بعد دیگرے کئی انبیاء آئے۔ کچھ کے پاس اپنی علیحدہ آسمانی کتابیں اور مستقل شریعتیں تھیں اور کچھ اپنے سے پہلے انبیاء کی کتابوں اور شریعتوں پر عمل پیرا تھے۔ یہ سلسلہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اللہ واصحابِہ وسَلَّمَ پر آکر ختم ہو گیا۔ آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اللہ واصحابِہ وسَلَّمَ پر ایک جامع اور ہمیشہ رہنے والی کتاب نازل ہوئی اور آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اللہ واصحابِہ وسَلَّمَ کو ایک کامل شریعت دی گئی۔ آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اللہ واصحابِہ وسَلَّمَ کی شریعت نے آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اللہ واصحابِہ وسَلَّمَ پر دین کی تکمیل ہوئی اور آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اللہ واصحابِہ وسَلَّمَ پر ایک کامل شریعت نے پہلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اللہ واصحابِہ وسَلَّمَ کے بعد اب کسی قسم کا کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا کیونکہ:

1۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اللہ واصحابِہ وسَلَّمَ کو تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور قیامت تک ہر قوم اور ہر دور کے انسانوں کے لیے آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اللہ واصحابِہ وسَلَّمَ کی رسالت عام ہے اور سب کے لیے آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اللہ واصحابِہ وسَلَّمَ کی تعلیم کافی ہے۔

2۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اللہ واصحابِہ وسَلَّمَ پر دین کمل کر دیا۔ آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اللہ واصحابِہ وسَلَّمَ کی شریعت کامل ہے اور آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اللہ واصحابِہ وسَلَّمَ کی تعلیمات ہدایت کی کمل ترین شکل ہیں۔ اس لیے اب کسی دوسرے نبی کی کوئی ضرورت نہیں۔

3۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اللہ واصحابِہ وسَلَّمَ پر نازل کردہ کتاب قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ کتاب چودہ سو سال گزرنے کے باوجود اس شان سے محفوظ ہے کہ اس کے ایک حرف میں بھی کوئی روبدل نہیں ہو سکا۔ اس کتاب کا ایک ایک حرف محفوظ ہے۔ کاغذ کے صفحات پر بھی اور حفاظت کے سینوں میں بھی۔ آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اللہ واصحابِہ وسَلَّمَ کی تعلیمات اپنی صحیح شکل میں محفوظ ہیں جو تمام دنیا کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اللہ واصحابِہ وسَلَّمَ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آ سکتا۔ اب ہر طالب ہدایت پر لازم ہے کہ حضرت خاتم المرسلین ﷺ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اللہ واصحابِہ وسَلَّمَ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اللہ واصحابِہ وسَلَّمَ ہی کے بتائے ہوئے طریقے پر چلے۔

عقیدہ ختم نبوت، قرآن و حدیث اور اجماع امت تینوں سے ثابت ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدًا أَبَا أَحَدًا مِنْ رَاجِلَكُمْ وَلِكُنْ شَأْسُوْلَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّنَ (سورۃ الحزاد: 40)

ترجمہ: نہیں ہیں محمد (خاتم النبیین ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

عربی زبان میں ختم کے معنی ہیں۔ مہر لگانا، بند کرنا، آ خرتک پہنچانا۔ کسی کام کو پورا کر کے فارغ ہو جانا۔ تمام مفسرین نے اس آیت کریمہ میں خاتم کے معنی آخری نبی کے بیان کیے ہیں۔ حدیث مبارک میں ہے۔ ”رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اللہ واصحابِہ وسَلَّمَ نے فرمایا،

بنی اسرائیل کی رہنمائی انبیا کیا کرتے تھے۔ جب ایک نبی وفات پا جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“، ایک اور حدیث میں آتا ہے:

حضور خاتم النبیین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰصَلِیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص نے عمارت بنائی اور خوب حسین و جیل بنائی، مگر ایک کنارے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی اور وہ اینٹ میں ہوں۔“ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اجماع تھا کہ حضور خاتم النبیین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰصَلِیْہِ وَسَلَّمَ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے خلاف جہاد کیا۔

ملائکہ

ملائکہ کا لفظ مجمع ہے اس کا واحد ”ملک“ ہے۔ جس کے لغوی معنی قاصد کے ہیں۔ فرشتوں کے لیے لفظ رسول بھی استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ اس کے لغوی معنی بھی قاصد کے ہیں چونکہ فرشتے خالق اور مخلوق کے درمیان پیغام برسانی کا فرض ادا کرتے ہیں۔ اس لیے ان کو ملک اور رسول کہا جاتا ہے۔ توحید و رسالت کی طرح فرشتوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَكِنَ الَّذِي مَنْ أَمْنَى إِلَيْهِ وَالْيَوْمُ الْآخِرِ وَالْمَلِكَةُ وَالْكِتَبُ وَالنَّبِيُّنَ ﴿177﴾ (سورة البقرہ: 177)

ترجمہ: اور نیکی تو اس کی ہے جو ایمان لا یا اللہ اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر۔

فرشته اللہ کی وہ نوری مخلوق ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دنیا کا نظام چلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا حکم ان کے دل میں القاء فرماتا ہے۔ اور وہ اس حکم کو مخلوق میں جاری اور نافذ کر دیتے ہیں۔

آسمانی کتابیں

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ تمام رسولوں پر ایمان لا یا جائے۔ رسولوں پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا سچا پیغمبر مانا جائے اور ان کی تعلیمات کو برق تسلیم کیا جائے۔ رسولوں پر نازل ہونے والی کتابیں ربانی تعلیمات کا مجموعہ ہوتی ہیں۔ لہذا رسولوں پر ایمان لانے کے لیے لازم ہے کہ ان پر نازل ہونے والی کتابوں پر بھی ایمان لا یا جائے۔ ایمان والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِي نَبَأَنِيْوْ مُؤْنَنَ بِهَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ﴿4﴾ (سورة البقرہ: 4)

ترجمہ: اور جو لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ (خاتم النبیین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰصَلِیْہِ وَسَلَّمَ) کی طرف نازل فرمایا گیا اور اس پر (بھی) جو آپ (خاتم النبیین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰصَلِیْہِ وَسَلَّمَ) سے پہلے نازل فرمایا گیا۔

آسمانی کتابیں تو بہت سی ہیں جن میں سے چار بہت مشہور ہیں:

- 1۔ توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ 2۔ زبور جو حضرت داؤ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔
- 3۔ انجیل جو حضرت عیلی علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ 4۔ قرآن مجید جو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰصَلِیْہِ وَسَلَّمَ پر نازل ہوا۔

ان کے علاوہ حضرت آدم، حضرت ابراہیم علیہما السلام اور دوسرے انبیاء کے صحیفے بھی تھے۔ ان تمام کتابوں میں دین کی بنیادی باتیں مشترک تھیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی توحید اس کی صفات کامل، اللہ تعالیٰ کی عبادت، رسالت پر ایمان، یوم آخرت پر ایمان اور اعمال کی جزا اور اگر چونکہ

ہر دور میں وقت کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں اس لیے شریعت کے تفصیلی قوانین ان کتابوں میں جدا جاتھے۔ بعد میں آنے والی کتابوں نے پہلی کتابوں کے تفصیلی قوانین کو منسوخ کر دیا۔ اسی طرح قرآن نے جو کہ سب کتابوں کے بعد نازل ہوا، پہلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا، اور اب صرف قرآن کے بتائے ہوئے قوانین پر عمل کرنا لازم ہے پہلی کتابوں کے بتائے ہوئے قوانین پر نہیں۔ پہلی کتابوں پر ایمان لانے کا بہ مطلب یہ ہے کہ وہ بھی سچی کتابیں تھیں اور ان کے بیان کردہ قوانین پر ان کے زمانے میں عمل کرنا ضروری تھا مگر اب صرف قرآنی بدایات ہی پر عمل کیا جائے گا۔

قرآن مجید کی اہم خصوصیات

قرآن مجید کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں۔

1۔ آخری آسمانی کتاب:

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر نازل ہوئی اور قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے یہ رچشمہ ہدایت ہے۔

2۔ محفوظ کتاب:

چونکہ قرآن مجید قیامت تک کے ہر دور اور ہر قوم کے انسانوں کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خاص وعدہ فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّكُمْ هُنَّ نَزَّلْنَا عَلَيْكُمْ كِتَابًا لِّتُحْفَظُوْنَ ⑥ (سورۃ الحجر: ۹)

ترجمہ: بے شک ہم ہی نے (اس) ذکر (قرآن) کو نازل فرمایا ہے اور بے شک ہم ہی اس کی ضرور حفاظت فرمانے والے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود قرآن مجید کا ایک ایک لفظ محفوظ ہے۔ اللہ کی طرف سے اس کی حفاظت کا ایسا انتظام کر دیا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تحریف (روبدل) سے محفوظ ہو گیا ہے۔ جب کہ دوسری آسمانی کتابوں میں بڑا روبدل ہو چکا ہے۔ ان کا بہت سا حصہ ضائع ہو چکا ہے، اور جو باقی بچا اس میں بھی لوگوں نے اپنی طرف سے کئی باتیں شامل کر دیں۔ اب یہ کتاب میں کہیں بھی اپنی اصلی شکل میں دستیاب نہیں۔ جب کہ قرآن مجید اپنی خالص شکل میں اب بھی موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہے گا۔

3۔ زندہ زبان والی الہامی کتاب:

قرآن مجید جس زبان میں نازل ہوا وہ ایک زندہ زبان ہے۔ آج بھی دنیا کے بیس سے زیادہ ممالک کی قومی زبان عربی ہے اور یہ زبان دنیا کی چند بڑی زبانوں میں سے ایک ہے۔ جب کہ پہلی آسمانی کتابیں جن زبانوں میں نازل ہوئیں وہ مردہ ہو چکی ہیں اور ان کو سمجھنے والے بہت ہی کم لوگ ہیں۔

4۔ عالمگیر کتاب:

باقی آسمانی کتابوں کے مطلع سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ صرف کسی ایک خاص ملک یا خاص قوم کے لوگوں کے لیے تھیں۔ مگر قرآن مجید تمام انسانیت کے لیے پیغام ہدایت ہے۔ یہ کلامِ پاک یا یہا النَّاسُ (اے لوگو) کا خطاب کر کے تمام انسانوں کو

ہدایت کا پیغام دیتا ہے۔ یہ ایک عالمگیر کتاب ہے جس کی تعلیمات ہر دوڑا اور ہر ملک میں قابل عمل ہیں۔

اس کتاب کی تعلیمات فطری ہیں اس لیے کہ ہر دوڑا انسان یوں محسوس کرتا ہے کہ جیسے یہ اسی کے دور کے لیے نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ اس کی تعلیمات ہر قوم و ملک اور ہر طرح کے ماحول میں بننے والے افراد کے لیے یکساں طور پر نفع بخش ہیں اور انسانی عقل کے عین مطابق ہیں۔

5۔ جامع کتاب:

پہلی آسمانی کتابوں میں سے کچھ کتابیں صرف اخلاقی تعلیمات پر مشتمل تھیں۔ بعض صرف مناجات اور دعاوں کا مجموعہ تھیں۔ کچھ صرف فقہی مسائل کا مجموعہ تھیں۔ بعض میں صرف عقائد کا بیان تھا اور بعض صرف تاریخی واقعات کا مجموعہ تھیں۔ مگر قرآن مجید ایسی جامع کتاب ہے جس میں ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں عقائد و اعمال کا بیان بھی ہے، اخلاق و روحانیت کا درس بھی ہے، تاریخی واقعات بھی ہیں اور مناجات بھی۔ غرضیکہ یہ ایک ایسی جامع کتاب ہے جو زندگی کے ہر پہلو میں رہنمائی کرتی ہے۔

6۔ عقل و تہذیب کی تائید کرنے والی کتاب:

پہلی آسمانی کتابوں میں سے بعض کتابیں ایسی باتوں پر مشتمل ہیں جو حقیقت کے خلاف ہیں بلکہ بعض کتابوں میں انتہائی ناشائستہ غیر اخلاقی باتیں بھی پائی جاتی ہیں۔ (ظاہر ہے یہ باتیں جعلی ہیں جو کسی نے اپنی طرف سے شامل کر دی ہیں) جب کہ قرآن مجید ایسی تمام باتوں سے پاک ہے۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو خلاف عقل ہو اور جسے تجربہ اور دلیل سے غلط ثابت کیا جاسکے۔ اس میں کوئی غیر اخلاقی بات نہیں۔ اس نے تمام انبیاء کا ادب و احترام سکھایا اور سب کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ نیکوکار اور پرہیزگار لوگ تھے۔ ان کی شان کے خلاف جتنی بھی باتیں کہی گئی ہیں، سب جھوٹ اور خلاف واقعہ ہیں۔

7۔ کتاب اعجاز:

قرآن مجید فصاحت و بلاغت کا وہ شاہکار ہے جس کا مقابلہ کرنے سے عرب و عجم کے تمام فصح و بلطف لوگ عاجز رہے۔ قرآن مجید میں سب مخالفوں کو دعوت دی گئی ہے کہ ایک چھوٹی سی قرآنی سورت کے مقابلے میں کوئی سورت بنا لا و مگر کوئی بھی اس کی مثال پیش نہیں کر سکا۔ کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کسی بندے کا بنایا ہوا کلام نہیں۔ پھر کوئی بشر اس کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہے؟ یہی اس کتاب کا اعجاز ہے۔

آخرت

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ آخرت بھی ہے۔

مفہوم:

لفظ ”آخرت“ کے معنی بعد میں ہونے والی چیز کے ہیں۔ اس کے مقابلے میں لفظ ”دنیا“ ہے جس کے معنی قریب کی چیز کے ہیں۔ عقیدہ آخرت کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے فنا نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اس کی روح باقی رہتی ہے اور ایک وقت ایسا آئے گا جب اللہ تعالیٰ اس کی روح کو جسم میں منتقل کر کے اسے دوبارہ زندہ کر دے گا اور پھر انسان کو اس کے نیک و بد اعمال کا حقیقی بدله دیا جائے گا۔ نیک لوگوں کو ایک ایسی جگہ عنایت کی جائے گی جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بھر پور ہوگی۔ اس کا نام جنت ہے اور بُرے لوگ ایک انتہائی اذیت ناک جگہ میں رہیں گے جس کا نام جہنم ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَ إِنَّ الْفَجَارَ لَفِي جَحِيلٍ ۝ (سورہ انفطار: 13, 14)

ترجمہ: بے شک نیک لوگ ضرور نعمت (والی جلت) میں ہوں گے۔ اور بے شک بد کار لوگ ضرور جہنم میں ہوں گے۔

آخرت کے سلسلہ میں قرآن مجید کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے:

1۔ انسان کی دنیاوی زندگی اس کی آخرت کی زندگی کا پیش نیمہ ہے۔ دنیا کی زندگی عارضی اور آخرت کی زندگی دائمی ہے۔ انسان کے تمام اعمال کے پورے پورے نتائج اس عارضی زندگی میں مرتب نہیں ہوتے۔ بلکہ اس عارضی زندگی میں جن اعمال کا نفع بوجاتا ہے ان کے حقیقی نتائج آخرت کی زندگی میں ظاہر ہوں گے۔

2۔ جس طرح دنیا کی ہر چیز علیحدہ علیحدہ اپنی ایک عمر رکھتی ہے جس کے ختم ہوتے ہی وہ چیز ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح پورے نظامِ عالم کی بھی ایک عمر ہے جس کے تمام ہوتے ہی یہ نظام ختم ہو جائے گا اور ایک دوسرا نظام قائم ہو گا تو انسان کو پھر جسمانی زندگی ملے گی۔ اس روز ایک

3۔ جب دنیا کا یہ نظام درہم برہم ہو جائے گا اور ایک دوسرا نظام قائم ہو گا تو انسان کو پھر جسمانی زندگی ملے گی۔ اس روز ایک زبردست عدالت لگے گی جس میں انسان کے تمام اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ اسے نیک اعمال کی جزا ملے گی اور برے اعمال کی سزا ملے گی۔

مکرینِ آخرت کے شبہات اور ان کا قرآنی جواب:

قرآن مجید میں عقیدہِ آخرت کو بیان کرتے ہوئے مکرین کے شبہات کا بڑے عمدہ انداز میں جواب دیا گیا ہے۔
مشرکین مکرین کے عقیدہِ آخرت کے مکرر تھے۔ اس سلسلے میں ان کے شبہات یہ تھے۔

وَقَالُوا عَرِادًا صَلَّنَا فِي الْأَمْرِ عَرِادًا لَنَفِي حَقِيقَ جَدِيدٍ ۝ (سورہ الحجۃ: 10)

ترجمہ: اور وہ کہتے ہیں کہ یا جب ہم مٹی میں مل جائیں گے تو کیا ہم نے سرے سے پیدا کیے جائیں گے۔
مَنْ يُّبَحِّي الْعَظَامَ وَهِيَ رَامِيْمٌ ۝ (سورہ یس: 78)

ترجمہ: ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جب کہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟

إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَا تَالْدُنْيَا وَمَا حُنْ بِيَدُوْثِينَ ۝ (سورہ الانعام: 29)

ترجمہ: ہماری تو دنیا ہی کی زندگی ہے اور ہم (مرنے کے بعد) نہیں اٹھائے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے شبہات کو دور کرتے ہوئے فرمایا۔ تم پہلے موجود نہ تھے۔ تھیس اللہ نے موجود کیا۔ جو قادر مطلق تھیں پہلے موجود کرنے پر قادر ہے وہ تمہارے مرجانے کے بعد تھیں دوبارہ زندگی بخشنے پر بھی قادر ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يَبْدُلُ وَالْخَلْقَ شَمْ يُعِيْدُهُ ۝ (سورہ الروم: 27)

ترجمہ: اور وہی ہے جو خلوق کو پہلی بار پیدا فرماتا ہے پھر وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا۔

قُلْ يُحِبِّيْهَا الَّذِي أَشَّاهَهَا أَوَّلَ مَرَّةً ۝ (سورہ یس: 79)

ترجمہ: آپ فرمادیجیا انھیں وہی زندہ فرمائے گا جس نے انھیں پہلی بار پیدا فرمایا تھا۔

لَئِنْتُمْ أَمْوَالًا فَأَحْيَا كُمْ وَلَمْ يُحِيطُكُمْ شَمْ لِيَهُ تُرْجَعُونَ (۲۸) (سورة البقرة: ۲۸)

ترجمہ: جب کہ تم مژدہ تھے تو اس نے تھیں زندہ فرمایا پھر وہ تھیں موت دے گا پھر وہ تھیں زندہ فرمائے گا پھر تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

انسان کی صحیح سوچ اس سے عقیدہ آخرت پر ایمان لانے کا تقاضا کرتی ہے۔ ہر شخص اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ نیک عمل کا اچھا صلہ اور برے عمل کا برا بدلہ ہوتا ہے۔ لیکن کیا انسان کے تمام اعمال کے نتائج اس دنیاوی زندگی میں سامنے آ جاتے ہیں؟ ایسا نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات ایک ایسا شخص جس نے پوری زندگی گناہوں میں گزاری ہواں جہاں میں سزا سے بچا رہتا ہے۔ اسی طرح بعض بے حد نیک لوگ جو عمر بھرنکیاں کرتے رہے انھیں یہاں نیکی کا پورا بدلہ نہ ملا بلکہ بعض کو تو بے حد اذیتیں دے کر شہید کر دیا گیا۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا مجرموں کو ان کے جرائم کی سزا کبھی نہیں ملے گی؟ کیا نیکوں کا راتھے اجر سے محروم رہیں گے؟ کیا اللہ تعالیٰ کا نظامِ عدل ان کے بارے میں ہمیشہ کے لیے خاموش رہے گا؟ کیا اشرف الخلوقات انسان کو عبشت پیدا کیا گیا اور اس کے اعمال کی کوئی قدر و قیمت نہیں؟

أَفَحَسِّينَمْ أَنَّهَا حَقْنَمْ عَيْنَأَوْ أَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ (۱۱۵) (سورة المؤمنون: ۱۱۵)

ترجمہ: کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تھیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور تھیں ہمارے پاس واپس نہیں لا یا جائے گا؟

جب عقل اس پہلو پر سوچتی ہے تو یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ آخرت کی زندگی برجت ہے جس میں سب لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا سزا ملے گی۔ نیک لوگوں کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ ملے گا اور مجرموں کو سخت سزا ملے گی۔ سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے۔

اسلام میں عقیدہ آخرت کی اہمیت:

آخرت پر ایمان رکھنا اسلام کی نہایت اہم تعلیم ہے۔ قرآن مجید میں اس کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ سورۃ البقرۃ میں مُتَّقِین کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد ہوا:

وَإِلَّا خَرَةٌ هُمْ يُوْقِنُونَ (۴) (سورة البقرہ: ۴) ترجمہ: اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔

اگر آخرت پر ایمان نہ ہو تو انسان خود غرضی اور نفس پرستی میں ڈوب کر تہذیب و شرافت اور عدل و انصاف کے تقاضوں کو یکسر بھول جائے اور انسانی معاشرے میں جنگل کا قانون رانچ ہو جائے۔

عقیدہ آخرت انسانی معاشرہ کو انسانیت افروز بنانے کا اہم ذریعہ ہے۔ کیونکہ اس سے انسان کے دل میں نئی پر جزا اور بدی پر سزا کا احساس ابھرتا ہے جو اعمال میں صلاحیت پیدا کر دیتا ہے۔

جو شخص آخرت کی زندگی پر ایمان رکھتا ہے اس کی نظر اپنے اعمال کے صرف ان ہی نتائج پر نہیں ہوتی جو اس زندگی میں ظاہر ہوتے ہیں بلکہ وہ ان نتائج پر بھی نظر رکھتا ہے جو آخرت کی زندگی میں ظاہر ہوں گے اسے جس طرح زہر کے بارے میں ہلاک کرنے اور آگ کے بارے میں جلانے کا یقین ہوتا ہے اسی طرح گناہوں کے ہلاکت خیز ہونے کا بھی یقین ہو جاتا ہے۔ اور جس طرح وہ خدا اور پانی کو اپنے لیے مفید سمجھتا ہے اسی طرح نیک اعمال کو بھی اپنے لیے نجات و فلاح کا سبب سمجھتا ہے۔

عقیدہ آخرت کے انسانی زندگی پر بڑے اہم اثرات مرتب ہوتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

1۔ نیکی سے رغبت اور بدی سے نفرت:

جو شخص آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس کے تمام اعمال خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ اس کے نامہ اعمال میں محفوظ کر لیے جاتے ہیں۔ آخرت میں یہی نامہ اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوگا اور منصفِ حقیقی فیصلہ فرمائے گا۔ ان اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ ایک پلٹ سے میں نیک اعمال اور دوسرے میں بڑے اعمال ہوں گے۔ اگر نیکی کا پلٹرا بھاری ہوا تو کامیابی حاصل ہوگی، اور جنت میں ٹھکانہ نصیب ہوگا اور اگر برائیوں کا پلٹرا بھاری ہوا تو ناکامی ہوگی اور جہنم کا دردناک عذاب چکھنا ہوگا۔

آخرت پر ایمان رکھنے والا شخص برائیوں سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ کیونکہ اسے علم ہوتا ہے کہ ان کے نتیجہ میں وہ عذاب میں بستا ہو سکتا ہے۔ اسے نیکیوں سے محبت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اسے نیکی کا اجر ضرور ملے گا۔

2۔ بہادری اور سرفروشی:

ہمیشہ کے لیے مٹ جانے کا ڈر انسان کو بزدل بنادیتا ہے۔ مگر جب دل میں یہ یقین موجود ہو کہ اس دنیا کی زندگی چند روز ہے۔ پائیار اور دلگی زندگی آخرت کی ہے تو انسان نذر ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان قربان کرنے سے بھی نہیں کترتا۔ وہ جانتا ہے کہ راہ حق میں جان کا نذرانہ پیش کر دینے سے وہ ہمیشہ کے لیے فنا نہیں ہو جائے گا۔ بلکہ آخرت کی کامیاب اور پرمسرت زندگی حاصل کرے گا۔ چنانچہ یہ عقیدہ مومن کے دل میں جذبہ سرفروشی پیدا کر کے معاشرے میں اُن اور نیکی کے پھیلنے کی راہیں ہموار کر دیتا ہے۔

3۔ صبر و تحمل:

عقیدہ آخرت سے انسان کے دل میں صبر و تحمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ حق کی خاطر جو بھی تکلیف برداشت کی جائے گی اس کا اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر ملے گا۔ لہذا آخرت پر نظر رکھتے ہوئے وہ ہر مصیبۃ کا صبر و تحمل سے مقابلہ کرتا ہے۔

4۔ مال خرچ کرنے کا جذبہ:

عقیدہ آخرت انسان کے دل میں یہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ حقیقی زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے۔ لہذا اُسی دولت سے لگاؤ کرنا چاہیے جو اُس زندگی کو کامیاب بنائے۔ چنانچہ مومن جتنا بھی دولت مند ہو جاتا ہے اسی تدریز یادہ سخاوت اور فیاضی کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے اس کی آخرت کی زندگی سفور جائے گی۔

5۔ احساسِ ذمہ داری:

آخرت پر ایمان رکھنے سے انسان میں احساسِ ذمہ داری پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اپنے فرائض میں کوتا ہی کرنا جرم ہے۔ جس پر آخرت میں سزا ملے گی۔ لہذا پوری ذمہ داری سے اپنے فرائض ادا کیے جائیں۔ آہستہ آہستہ یہ احساس اس قدر پختہ ہو جاتا ہے کہ انسان اپنا ہر فرض پوری دیانت داری سے سرانجام دینے لگتا ہے خواہ اس کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہو یا اللہ تعالیٰ کے حقوق سے۔ یہی احساسِ ذمہ داری مسلمان کا طرزِ امتیاز ہے۔

سوالات

- 1۔ اسلام کے بنیادی عقائد کون کون سے ہیں۔ ہر ایک پر مختصر نوٹ لکھیں۔
- 2۔ وجود باری تعالیٰ کے اثبات میں قرآنی دلائل مختصر اکھیے۔
- 3۔ شرک کسے کہتے ہیں اور اس کی اقسام کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟
- 4۔ انبیاءؐ کرام علیہم السلام کی خصوصیات بیان کریں۔
- 5۔ درج ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں۔

(ا) ملائکہ (ب) آسمانی کتابیں (ج) توحید کا مفہوم
6۔ انسانی زندگی پر عقیدہ توحید کے اثرات بیان کریں۔
- 7۔ رسالتِ محمدی ﷺ کی خاصیات کی خصوصیات تفصیل سے بیان کریں۔
- 8۔ قرآن مجید کی چند اہم خصوصیات لکھیں۔
- 9۔ آخرت کے سلسلہ میں قرآن مجید کی تعلیمات کا خلاصہ تحریر کریں۔
- 10۔ منکرین آخرت کے شبہات کا جواب قرآن مجید کی روشنی میں دیکھیے۔
- 11۔ انسانی زندگی پر عقیدہ آخرت کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟
- 12۔ عقیدہ آخرت کا مفہوم اور اہمیت تفصیلًا بیان کیجئے۔
- 13۔ عقیدہ ختم نبوت کا مفہوم تحریر کریں۔
- 14۔ ”عقیدہ ختم نبوت قرآن، حدیث اور اجماع امت تینوں سے ثابت ہے“ دلائل دیکھیے۔
- 15۔ پیغام ﷺ کو نبی کریم ﷺ کی حکمت قرآنی آیات کی روشنی میں بیان کیجئے۔

